مرثیہ

آوازۂ حق

شبّیر حسن خاں جوش ملیح آبادی

http://alinaqinaqvi.blogspot.in/
http://www.slideshare.net/changezi

مرثیہ ۱

آوازۂ حق

کیوں کر نہ کروں شکر خدائے دوجہاں کا

بند، ۹۲

تصنیف ______ ۱۹۱۸ء

کیوں کر نہ کروں شکر خدائے دوجہاں کا
بخشا ہے میرے دل کو مزا سوزِ نہاں کا
۱
یکساں ہے مسرت کا محل ہو کہ فغاں کا
ہو نارِ جہنم بھی تو لطف آئے جناں کا

ہوتی ہے خوشی صحت و آزار سے مجھ کو
خلعت یہ ملا ہے تری سرکار سے مجھ کو

سینے میں چھپائے ہوں جو انوار کسی کے
دل میں نہیں آتے ہیں خیالات دُوئی کے
۲
رونے کے ہوں اسباب، کہ سامان ہنسی کے
جو چیز ہے ڈھل جاتی ہے سانچے میں خوشی کے

یلدائے شبِ تار ہے، یا حورِ سحر ہے
جس حال میں ہوں "حسن" مرے پیشِ نظر ہے

اغیار کی فوجیں ہوں کہ احباب کی محفل
گرمی کے بگولے ہوں، کہ لیلیٰ کی ہو محمل
۳
راہوں کی صعوبت ہو کہ خوابِ سرِ محفل
ہوتا ہے ہر اک چیز سے بشاش مرا دل

صد شکر مرے دل پہ حقیقت یہ عیاں ہے
ہر آئینے میں دوست کی تصویر نہاں ہے

ہر بات میں اک حسن ہے، ہر شے میں نفاست
بد شکل کوئی چیز نہیں، ہو جو بصارت
۴
رونا بھی ہے اک راگ، جو کامل ہے سماعت
ہر اشک کے ساغر سے ابلتی ہے بشاشت

آنکھیں ہوں اگر، نار میں ہے نور کا جلوہ
ہر ذرۂ ناچیز میں ہے طور کا جلوہ

ہو ریگ کا انبار کہ برسات کا دریا ⑤ وہ جیٹھ کی ہو دھوپ کہ بادل کا ہو پردا
وہ لُو کے تھپیڑے ہوں، کہ ہو لوچ صبا کا — وہ خال سیہ ہو کہ چمکتا ہوا تارا
اے حُسن کے صانع، ترے اسرار نہاں ہیں
ہر شے میں کم و بیش کچھ انوارِ نہاں ہیں

شادی و الم، رنج و خوشی، مدح و مذمّت ⑥ آشفتگی و عیش و طرب، درد و مصیبت
آشوبِ جہاں، شامِ بلا، صبحِ مسرّت — سب ایک نظر آئیں، جو ہو روح میں قوّت
ہم دل کا اگر ساز ستاروں سے ملا دیں
گو تار بہت سے ہیں، مگر ایک صدا دیں

نالے میں ہے، جو نغمۂ بلبل میں نہیں ہے ⑦ جو زُلفِ پریشاں میں ہے سنبل میں نہیں ہے
اکثر جو ہے اجزا رکشش، کُل میں نہیں ہے — کانٹے میں بھی اِک شان ہے جو گُل میں نہیں ہے
در پردہ یہ سب ایک ہیں ظاہر میں جُدا ہیں
سب اپنے مقامات پہ تصویرِ خُدا ہیں

پیشانیٔ تشویش میں ہے جلوۂ تمکیں ⑧ تلخی میں بھی پوشیدہ ہیں کچھ جوہرِ شیریں
ہر درد کی ایذا میں ہے اک پہلوئے تسکیں — جو داغ ہے وہ دل کیلئے تاج ہے زریں
یہ دل جو دھڑکتا ہے تو اک قسم کی گت ہے
یہ زہر ہیں سُنتے ہیں کہ تریاق کا ست ہے

جن کی یہ تمنّا ہے کہ دائم رہیں مسرُور ⑨ ہیں فلسفۂ طرزِ تمدّن سے بہت دُور
افراطِ خوشی، غم ہے، یہ فطرت کا ہے دستُور — صدموں میں رُخِ راحت و آرام ہے مستُور
ضَو لُطف کی ہے پردۂ آفات کے پیچھے
پنہاں ہے سپیدائے سحر رات کے پیچھے

۱۰

دب جاتے ہیں غم سے جو خیالات میں اسفل
ہو جاتے ہیں انسان کے اخلاق مکمل
غم، نفس کا قاتل ہے تو باطن کی ہے صیقل
مرجاتا ہے جب سانپ نکل جاتے ہیں سب بل
جی کھول کے رونا ہے علاج آنکھ کے تِل کا
ہر آہ سے کچھ زہر نکل جاتا ہے دل کا

۱۱

تکلیف کو تفریح بنا لینے کی صنعت
حاصل ہے انہیں، جو ہیں پرستارِ حقیقت
آئینہ ہے اسرار کا ہر منظرِ قدرت
وہ چاند کی خنکی ہو کہ سورج کی حرارت
مہمل ہیں یہ لفظیں "یہ بُرا ہے وہ بھلا ہے"
جو کچھ ہے، وہ صرف ایک تبسّم کی ضیا ہے

۱۲

ہو دوست کے پہلو میں نشیمن تو مسرّت
مِل جائے اگر راہ میں دشمن تو مسرّت
ہو زیرِ قدم سبزۂ گلشن تو مسرّت
کانٹوں میں اُلجھ جائے جو دامن تو مسرّت
تدبیر اگر وصل کی ہو، رقص کی جا ہے
اور ہجر کی شب ہو تو تڑپنے کا مزا ہے

۱۳

دنیا خس و خاشاک ہے، دامن کو ہٹا لے
نازک ہے بہت دل، غمِ ہستی سے بچا لے
اشکوں کے بخارات میں رہ دل کو سنبھالے
دانا ہے جو ہر غم میں خوشی ڈھونڈھ نکالے
کب شیشۂ دل، گردِ تکدّر کے لئے ہے
ہر رنج میں آرام، بہادر کے لئے ہے

۱۴

پردے کو تعیّن کے درِ دل سے اُٹھا دے
کثرت نہیں وحدت ہے، یہ آنکھوں سے دِکھا دے
ہاں بڑھ کے حجابِ رخِ جاناں نہ ہٹا دے
میداں کو حدیں توڑ کے ہموار بنا دے
چوٹی سے چلے کوہ کی، خورشید کا جلوہ
ہستی کی رگ و پے میں ہو توحید کا جلوہ

۱۵
جو سعی میں سرگرم ہے دو اس کے ہیں انجام — سرسبز ہو، یا شومیٔ قسمت سے ہو ناکام
سرسبز اگر ہو، تو مسرّت کے چلیں جام — ناکام جو ہو تو بھی پیئے بادۂ گُلفام
یہ دو وہ دوائیں ہیں جو یکساں ہیں اثر میں
جو یاس میں لذّت ہے، وہی فتح و ظفر میں

۱۶
اے دوست بتاتا ہوں تجھے روح کے اسرار — صدموں سے اگرچہ ہے تیرا دلِ بیمار
آنکھیں تو اٹھا، دیکھ ذرا حُسن کے انوار — یہ چاند یہ سورج، یہ نباتات یہ کہسار
کیوں تیرے خیالات پریشاں ہیں برادر
اِک غم ہے، تو سَو عیش کے ساماں ہیں برادر

۱۷
غنچوں کی حیا، گل کی ہنسی، اوس کے گوہر — زرتار شفق، سرد ہوا، باغِ معطّر
رنگین گھٹا، قوسِ قزح، مہرِ منوّر — نغمے یہ پرندوں کے، پہاڑوں کے منظر
ہے کون سی خوبی جو مہِ نو میں نہیں ہے
کیا باغِ ارم صبح کے پرتَو میں نہیں ہے؟

۱۸
یہ غم ہے، وہ راحت ہے، یہ عقبیٰ ہے، یہ دنیا — ان تنگ خیالات کے سائے سے نکل آ
ہر فکر سے مُنہ پھیر لے، ہر رنج کو ٹھکرا — اونچا ہو، بلندی پہ چھلک، رُوح کو چمکا
محفل میں تصوّف کی تجھے بار ملے گا
ہر سانس میں اِک مصر کا بازار ملے گا

۱۹
اُترے گی ترے دل میں ضیائے رُخِ جاناں — کانٹوں میں بھی تجھ کو نظر آئیں گے گلستاں
آنکھیں ترے تلووں سے ملیں گے جن و اِنساں — جنّت سے ہوا دے گا تجھے حُور کا داماں
غُل حشر میں ہو گا ہے یہ حیدرؑ کا شرابی
آتا ہے وہ مے خانۂ کوثر کا شرابی

۲۰

آزاد بھی ہو کشمکشِ سود و زیاں سے
لمحے جو گذرتے ہیں، پھر آئینگے کہاں سے
ہاں دل کو بچا تیرگیٔ آہ و فغاں سے
باہر تو نکل وہم کے تاریک مکاں سے
پھیلی ہے جہاں میں رُخِ جاناں کی تجلّی
وہ دیکھ بلندی پہ ہے عرفاں کی تجلّی

۲۱

اس راہِ مہمات میں آ، گر ہے جواں مرد
چہرے کبھی اس راہ میں ہوتے نہیں زرد
یہ راہ ہے جس میں نہیں اُڑتی ہے کبھی گرد
پھولوں کی مہک آتی ہے چلتی ہے ہوا سرد
دنیا ہے یہ وہ جس میں فلک ہے نہ زمیں ہے
ذرّے میں یہاں وہ ہے جو سورج میں نہیں ہے

۲۲

طے ہوتی ہے یاں دل کے دھڑکنے سے مسافت
اس راہ میں آنکھیں بھی اٹھاؤ تو نحوست
سائے کی نہ حاجت ہے نہ ساماں کی ضرورت
اس بزم میں گر سانس بھی لیجے تو کثافت
نسبت کچھ اسے عالمِ ظاہر سے نہیں ہے
کچھ بحث یہاں مومن و کافر سے نہیں ہے

۲۳

کیا خوب ہیں اس انجمنِ خاص کے دستور
آتا نہیں کچھ عقل میں، ہوتے ہیں وہ مذکور
بے قدر ہے، جبتک کہ نہ ہو شیشۂ دل چور
دوزخ میں وہی شے ہے، جو چمکی تھی سرِ طور
ذرّے میں جو ہے، مہرِ درخشاں میں وہی ہے
جو کفر کے سینے میں ہے ایماں میں وہی ہے

۲۴

اس بزم کے آداب ہیں سرچشمۂ حکمت
پھر جائے جو ہستی سے نظر عین سعادت
آرام سے وحشت ہے تو لذّات سے نفرت
دل پچھلے پہر رات سے دھڑکے تو عبادت
ہر دن جو گزرتا ہے یہاں ایک صدی ہے
اس دائرے میں "موت" حیاتِ ابدی ہے

۲۵
صحت میں نہیں جسکی یہاں نقص وہ بیمار — کاموں میں جو دنیا کے ہے مشغول وہ بیکار
آنے نہیں پاتے کبھی اس بزم میں زردار — زردار کے معنی ہیں کہ محتاج ہے نادار
دولت کی حقیقت کوئی سمجھی نہیں جاتی
منعم کی یہاں بات بھی پوچھی نہیں جاتی

۲۶
اس راہ میں جو یاد کرے دوست کو غافل — اس سے یہ نکلتا ہے ابھی دُور ہے منزل
معشوق سے ہر وقت جنہیں قرب ہے حاصل — کس کو وہ کریں یاد؟ بتائے کوئی عاقل
دل آہ کبھی وصل میں بھرتا ہو تو کہدو
اپنے کو کوئی یاد جو کرتا ہو تو کہہ دو

۲۷
جس کا یہ عقیدہ ہے کہ "میں عبد وہ معبود" — اس بزم کا قانون یہ کہتا ہے "وہ مردود"
سب ایک حقیقت میں ہیں، ساجد ہو کہ مسجود — ہے کفر یہ کہنا "یہ ایاز اور وہ محمود"
یاں لفظِ "اَنَا الحق" میں "اَنَا" باعثِ شر ہے
اس سے یہ ٹپکتا ہے خودی پیشِ نظر ہے

۲۸
ہر دل کو یہاں کام ہے تسلیم و رضا سے — ہر لب کو یہاں عید ہے تسبیحِ خدا سے
کیا اِس سے سروکار ہے بھوکے ہوں کہ پیاسے — پرہیز بڑا یہ ہے کہ نفرت ہو دوا سے
دعوت میں یہاں بھوک ہے، خلعت میں کفن ہے
انعام یہاں سب سے بڑا دار و رسن ہے

۲۹
اِک روز ہوا شوق مرے دل میں یہ پیدا — اس راہ سے گزرے ہیں جو نام آور و یکتا
حالات بھی کچھ اُنکے میں دیکھوں کہ وہ تھے کیا — اِس شوق میں تاریخ کے اوراق کو اُلٹا
فہرست میں اک نام تھا جو سب سے جلی تھا
مژدہ ہو کہ وہ نام حسینؑ ابن علیؑ تھا

۳۰

قربان ترے نام کے اے میرے بہادر
تو جانِ سیاست تھا، تو ایمانِ تدبر
معلوم تھا باطل کے مٹانے کا تجھے گر
کرتا ہے تری ذات پہ اسلام تفاخر
سوکھے ہوئے ہونٹوں پہ صداقت کا سبق تھا
تلوار کے نیچے بھی وہی نعرۂ حق تھا

۳۱

شعلے کو سیاہی سے ملایا نہیں تونے
سر کفر کی چوکھٹ پہ جھکایا نہیں تونے
وہ کون سا غم تھا جو اٹھایا نہیں تونے
بیعت کیلئے ہاتھ بڑھایا نہیں تونے
دامانِ وفا، گھر کے شریروں میں نہ چھوڑا
جو راستہ سیدھا تھا وہ تیروں میں نہ چھوڑا

۳۲

ہر چند کہ ایوبؑ بھی اس فن میں تھے یکتا
یونسؑ نے بھی اک حد تک اسے خوب نبھایا
یعقوبؑ نے بھی زورِ تحمل کا دکھایا
پر سب سے رہا بڑھ کے محمدؐ کا نواسا
حیرت میں پیمبرؐ ہوئے وہ کر کے دکھایا
مرتے نہیں کس طرح، اسے مر کے دکھایا

۳۳

کرتا ہوں رقم معرکہ اب کرب و بلا کا
طوفان تھا، سیلاب تھا ارباب جفا کا
سینوں میں تلاطم ہو، وہ ساماں تھا وغا کا
بشاش مگر دل تھا امامِ دوسرا کا
ماتھے پہ شکن تھی، نہ بدن غرقِ عرق تھا
رخ پر وہ صباحت تھی کہ سونے کا ورق تھا

۳۴

فرماتے تھے سب قتل ہوئے مہر کے بانی
قاسمؑ کہ تھا سم خوردہ برادر کی نشانی
اور حسن میں اکبرؑ تھا مرا یوسفِ ثانی
عباسؑ تھا اسلام کی بھرپور جوانی
سینے میں خلش، لب پہ مرے آہ نہیں ہے
ہر چند اب ان میں کوئی ہمراہ نہیں ہے

۳۵
لشکر کی طرف دیکھ کے کہتے تھے یہ ہر بار — یہ طبل و علم ہیچ ، یہ انبوہ ہے بے کار
انجام پہ کر غور ذرا شمرِ بد اطوار — کس شے نے کیا ہے تجھے اس جور پہ طیار
فاسق نکے لئے جنگ امام دوسرا سے
بندہ کہیں منہ پھیر کے چلتا ہے خدا سے؟

۳۶
اے شمر! کوئی چیز ہے، یہ فوج گنہگار — دنیا بھی امنڈ آئے تو پروا نہیں زنہار
مرعوب مجھے کر نہیں سکتے یہ سیہ کار — باطل سے کبھی دبتے ہیں کہیں حق کے طرفدار
نازاں ہے کہ سردار ہوں میں فوجِ ستم کا
سررشتہ مرے ہاتھ میں ہے لوح و قلم کا

۳۷
اس باپ کا بیٹا ہوں جو تھا اشجعِ عالم — جس فرق پہ تھا سایہ فگن فتح کا پرچم
جس ذات سے اسلام کی بنیاد تھی محکم — تھا اصل میں جو قوتِ پیغمبرِ اکرمؐ
طفلی میں بھی ساونت کو اژدر کو نہ چھوڑا
بے توڑے ہوئے قلعۂ خیبر کو نہ چھوڑا

۳۸
جس روز مدینے کو سدھارے تھے پیمبرؐ — اس روز برادر کی جگہ پہ تھا برادر
ہر چند کہ تیغوں کی چمک تھی سرِ بستر — سوتا تھا بڑے لطف سے تانے ہوئے چادر
دنیا میں کوئی ایسا جری ہو نہیں سکتا
جس طرح وہ سوتے تھے، کوئی سو نہیں سکتا

۳۹
یوں سامنے آ آ کے اکڑنا نہیں اچھا — ایمان سے اس طرح بگڑنا نہیں اچھا
نادان! بری بات پہ اڑنا نہیں اچھا — دنیا کے لئے دین سے لڑنا نہیں اچھا
ناپاک نہ بن دولتِ ناپاک کے بدلے
اکسیر کو ٹھکراتا ہے کیوں خاک کے بدلے

ثروت جو زیادہ ہو تو ایماں نہیں رہتا (۴۰) انساں یہ وہ شے ہے کہ انساں نہیں رہتا
آسودگیٔ روح کا ساماں نہیں رہتا دل انجمنِ حُسن کے شایاں نہیں رہتا

دولت کو بہت لوگ یہ کہتے ہیں خدا ہے
میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ زر ایک وبا ہے

ہوں خواہشیں محدود تو ایذا نہیں ہوتی (۴۱) ارماں جو ہوں کم، زر کی تمنا نہیں ہوتی
قانع کو کسی چیز کی پروا نہیں ہوتی مومن پہ مُسلّط کبھی دُنیا نہیں ہوتی

سلطاں بھی ہو جو صاحبِ حاجت تو گدا ہے
جس کو کوئی حاجت ہی نہیں ہے وہ خدا ہے

اے بندۂ زر! چونک، مناسب نہیں غفلت (۴۲) معلوم نہیں کیا تجھے دنیا کی حقیقت؟
کس نیند میں ہے؟ چھوڑ بھی باطل کی محبت آحق کی طرف، دیکھ یہ حوریں ہیں یہ جنّت

حوریں ہوں کہ فردوس، یہ ادنیٰ سا صلا ہے
خود حق میں وہ لذّت ہے جو ان سب سے سوا ہے

دنیا ہے دنی، ہیچ ہے دنیا کا زر و مال (۴۳) تذلیل کی بنیاد ہیں یہ حشمت و اجلال
ادبار کوئی چیز ہے در اصل نہ اقبال وہ سر بھی کوئی سر ہے جو ہونے کو ہے پامال

بیدار ہیں دل جن کے وہ دنیا سے خفا ہیں
جو پھول کے طالب ہیں وہ کانٹوں سے جُدا ہیں

"تکلیف کے اسباب کو راحت نہیں کہتے (۴۴) جو چند نفس ہو، اُسے لذّت نہیں کہتے
طوفانِ مصائب کو مسرّت نہیں کہتے جس شے کو فنا ہو اسے نعمت نہیں کہتے

آرام کی خواہش نہ کرو قوّتِ زر سے
لبریز کرو روح کو اللہ کے ڈر سے

۴۵

غدار زمانے کی لگاوٹ سے خبردار بیدار رہو، بیدار رہو، ہشیار رہو، ہشیار
جھوٹی یہ امیدیں ہیں پریشان ہیں افکار کس نشے میں بدمست ہے دنیا کے طلبگار
یہ شاخ ہے وہ جو کبھی پھولی نہ پھلی ہے
دنیا تجھے نادان کدھر لے کے چلی ہے

۴۶

کھینچے لئے جاتا ہے کہاں تجکو زمانہ سننے کے مزا دار نہیں ہے یہ فسانہ
دولت ہی کوئی اصل میں شے ہے نہ خزانہ دھوکا ہے یہ دھوکا ہے، بہانہ ہے بہانہ
واللہ کہ تو حرص کے سانچے میں ڈھلا ہے
حق چھوڑ کے باطل کی پرستش کو چلا ہے

۴۷

دنیا جسے کہتے ہیں کثافت کا ہے انبار خنزیر کی ہڈی سے بھی کچھ بڑھ کے ہے مُردار
ناپاک ہے، بد اصل ہے، کم ظرف ہے بدکار مُردار شکم اس کا، تو پشت اسکی ہے بیمار
مبروص کے داغوں سے عفونت میں سوا ہے
ذلت کا یہ لقمہ ہے، سگوں کی یہ غذا ہے

۴۸

تو فخر سے کہتا ہے جسے "عیش و تنعّم" وہ خواب کی جنت ہے، وہ فردوس توہّم
نالے ہی کی روداد ہیں، نغمہ کہ ترنم ہے مہر فغاں روشنیِ ماہ و تبسم
تو جس کو سمجھتا ہے کہ فردوس بریں ہے
دُھندلی سی مسرت کا وہ سایہ بھی نہیں ہے

۴۹

جا گورِ غریباں پہ نظر ڈال بہ عبرت کھُل جائے گی تجھ پر تری دنیا کی حقیقت
عبرت کیلئے ڈھونڈھ کسی شاہ کی تربت اور پوچھ کدھر ہے وہ تری شانِ حکومت
کل تجھ میں بھرا تھا جو غرور آج کہاں ہے؟
اے کاسۂ سر بول ترا تاج کہاں ہے؟

۵۰

یہ کہہ کے جو مولیٰ نے نظر کی سوئے کفّار
تھا سر کو جھکائے ہوئے ہر ایک سیہ کار
ہر شخص کے چہرے پہ خجالت کے تھے آثار
یہ رنگ جو دیکھا تو کہا شمر نے بیدار
ہشیار! مراتب کے طلب گار جوانو!
ہو جاؤ بس اب جنگ پہ تیار جوانو!

۵۱

تقریر میں کامل ہیں بہت حضرت شبیرؑ
ہو جاؤ گے گمراہ اگر ہو گئی تاثیر
کیا دیر ہے؟ میداں میں بڑھو تول کے شمشیر
یہ زر ہے، یہ دولت ہے، یہ منصب ہے یہ جاگیر
ہو جاؤ گے بشاش وہ انعام ملے گا
کہتا ہوں کئی پشت تک آرام ملے گا

۵۲

کفّار کو یہ شمر نے لالچ جو دلائی
دنیا نے بصد ناز جھلک اپنی دکھائی
جھنکار میں تیغوں کی بڑے ناز سے آئی
سینوں میں در آئی تو کلیجوں میں سمائی
سب بھول کے دنیا کی طرف ہو گئے ظالم
کروٹ ابھی بدلی تھی کہ پھر سو گئے ظالم

۵۳

دنیا کے تماشے سے ہوئے اہل جفا کور
تلواریں کھنچیں میان سے، قرنا کا اٹھا شور
گھوڑوں کو نچانے لگے میدان میں شہ زور
ڈھالیں جو اٹھیں رن میں گھٹا چھا گئی گھنگھور
سایہ کیا پر کھول کے ہیبت نے فضا پر
چوٹیں وہ تواتر سے پڑیں طبلِ وغا پر

۵۴

حضرت نے کہا "شکر ہے کامل ہوئی حجت"
ہو جائیگی اب امّتِ بیمار کو صحت
اے خالقِ کونین یہ بندے پہ عنایت
بخشی ہے مجھے خدمتِ تکمیلِ نبوت
ڈرتا ہوں خوشی کی کہیں تکمیل نہ ہو جائے
اشکوں میں لہو جسم کا تبدیل نہ ہو جائے

٥٥

ہر چند بظاہر یہ مصیبت کے ہیں ساماں
ظاہر میں جو کانٹے ہیں وہ در پردہ گلستاں
جب دیکھتا ہوں غور سے، کچھ راز ہیں پنہاں
یہ گرد نہیں، حضرت یوسفؑ کا ہے داماں
ہاتھوں پہ لئے تاج صداقت نکل آئی
جب چاک ہوا، عیش کی صورت نکل آئی

٥٦

بس اتنے میں ناگاہ برسنے جو لگے تیر
گھوڑے کو بڑھا کر یہ پکارے شہ دلگیر
خیمے کی طرف دیکھ کے چپ ہو گئے شبیرؑ
مجبور ہوں، اب کھینچتا ہوں میاں سے شمشیر
ہنگام وغا برق ہوں، طوفاں ہوں، غضب ہوں
ہشیار کہ میں روحِ شجاعانِ عرب ہوں

٥٧

وہ سامنے آئے جسے مرنا ہو گوارا
گھٹ جائیگا دم بھر میں ابھی زور تمہارا
بہتا نظر آئے گا یہاں خون کا دھارا
رہتا ہے سدا حق کا بلندی پہ ستارا
جنگاہ میں باطل کے قدم گڑ نہیں سکتے
دیکھو کہے دیتا ہوں کہ تم لڑ نہیں سکتے

٥٨

جو سخت ہے، جرأت کبھی اس دل میں نہیں ہے
سطوت کی صفت، فرقۂ غافل میں نہیں ہے
حق، حق نہ رہے، زور یہ باطل میں نہیں ہے
ہمت کا نشاں، فطرتِ جاہل میں نہیں ہے
نامرد کبھی تابِ جفا لا نہیں سکتا
کافر کبھی مومن پہ ظفر پا نہیں سکتا

٥٩

جس قلب میں ہے کفر، وہ دوزخ کا دھواں ہے
باطل کا جو حامی ہے، وہ بے نام و نشاں ہے
جس دل میں معارف ہیں، وہ اک برقِ تپاں ہے
جو حق کا طرفدار ہے، اک شیرِ ژیاں ہے
سچائی کے قدموں پہ سرِ فتح و ظفر ہے
جرأت بھی اسی سمت ہے، ایمان جدھر ہے

٦٠
جو لوگ کہ ڈر جاتے ہیں بادل کی صدا سے — کانپ اٹھتے ہیں بچوں کی طرح ذکرِ وغا سے
جب ہوتی ہے مذہب کی کشش فضلِ خدا سے — لڑ جاتے ہیں، دبتے نہیں اربابِ جفا سے
ہرگز نہ ڈرو کفر سے ایماں کا سبق ہے
انکی یہ شجاعت نہیں، یہ قوّتِ حق ہے

٦١
بزدل میں بھی جب قوّتِ حق بھرتی ہے جرأت — اتنی بھی نہ حق کیا مجھے بخشے گا جلالت
دِکھلا دوں میں تم کو کہ یہ ہوتی ہے شجاعت — حاصل ہے مجھے قوتِ حق زورِ امامت
یہ جنگ کا طوفان ہے کچھ سَیر نہیں ہے
میدان سے ہٹ جاؤ کہ اب خیر نہیں ہے

٦٢
مولا کا مزاج اتنا جو برہم نظر آیا — لشکر پہ عجب خوف کا عالم نظر آیا
سامانِ جفا درہم و برہم نظر آیا — کی جس ہر خیرہ پہ نظر خم نظر آیا
خاموش صفیں یاس کے عالم میں کھڑی تھیں
مردہ تھیں نگاہیں کہ زمینوں میں گڑی تھیں

٦٣
لکھا ہے ادھر تھا ابنِ قطبہ کوئی سردار — مرحب سے بھی کچھ بڑھ کے شجاعت میں نمودار
بدمست کئی من کا، سجے جسم پہ ہتھیار — نعرہ تھا کہ خالی نہیں جاتا ہے مرا وار
دو سَو تھے زرہ پوش ستم گار کے پیچھے
جس طرح کہ بل کھاتی ہے دُم مار کے پیچھے

٦٤
آیا عجب انداز میں میداں میں ستم گر — ڈوبا ہوا فولاد کے ساماں میں سراسر
کف منہ میں، لہو جوش میں، غصے سے جبیں تر — ہتھیاروں کی آواز، تو وہ زین کی چرمر
دل میں تھا غضب، نشۂ پندار تھا سر میں
اک تیغ تو تھی ہاتھ میں اور ایک کمر میں

۶۵ اس طرح جو آیا وہ قریبِ شہِ ابرار — مولا نے کہا "نارِ جہنّم کے طلب گار"
اب دیر مناسب نہیں، ہاں وار بس اب وار — جوہر جو دکھاتا ہوں تو بڑھ تول کے تلوار
ہم وہ ہیں کہ دشمن پہ بھی شدّت نہیں کرتے
جو حق کے پرستار ہیں سبقت نہیں کرتے

۶۶ یہ سُن کے بڑھا تول کے نیزہ جو وہ گمراہ — رستم کی صدا آئی کہ "اَلعَظمتُ لِلّٰہ"
نیزے کو ابھی اس نے گھمایا تھا کہ ناگاہ — ترچھی ہوئی اس شان سے شمشیرِ یداللہ
کم بخت کے نیزے کے لئے ضربِ فنا تھی
اِس حُسن سے کاٹا تھا کہ ہر پور جُدا تھی

۶۷ غصے میں کماں لیکے بڑھا تب وہ ستم گار — بے رحم نے چلّے سے بڑھایا لبِ سوفار
شبّیر نے یہ دیکھ کے چمکایا جو رہوار — نیزے پہ اڑا لائے کماں سیّدِ ابرار
ظالم نے کماں دیکھی جو نیزے کی اَنی پر
اک تیر سا گویا کہ لگا قلبِ شقی پر

۶۸ شرمایا تو نامرد بڑھا تول کے تلوار — "تا دیر شہِ دیں پہ تواتُر سے کئے وار"
بھینسے کی طرح ہانپ رہا تھا وہ بد اطوار — حضرت نے کہا "اب مری باری ہے خبردار"
اتنی تو خبر تھی کہ چلی فرقِ لعیں پر
دیکھا تو اُتر آئی تھی مرکب سے زمیں پر

۶۹ خوں پونچھ کے حضرت نے کیا نعرۂ تکبیر — تلوار سے ہنس کر یہ کہا، واہ ری شمشیر
چلتی ہے تو کرتی نہیں دم بھر کی بھی تاخیر — کِس حُسن سے تو کھینچتی ہے موت کی تصویر
تو موت کا سیلاب ہے تو برقِ فنا ہے
پیغامِ اجل کا ترے دامن کی ہوا ہے

۷۰
مارا گیا اس طرح جو لشکر کا نمودار چہرے سے اُڑے رنگ وہ گھبرا گئے کفّار
حضرت نے ڈپٹ کر یہ کہا "فوج بد اطوار" بڑھتا نہیں تم میں سے کوئی کھینچ کے تلوار
سردار کے مرنے کا تمہیں درد نہیں ہے
کیا اتنے جوانوں میں کوئی مرد نہیں ہے

۷۱
یہ فوج کا انبوہ، یہ میں یکّہ و تنہا مارا ہوا صدموں کا کئی روز کا پیاسا
یہ کیا ہے کہ لاکھوں کو نہیں جنگ کا یارا؟ تُف اے سپہ شام! شجاعت وہ ہوئی کیا
تم لرزہ براندام ہو عزّت گئی سب کی
تکلیف میں روحیں ہیں شجاعانِ عرب کی

۷۲
یہ سُن کے بھی جب کوئی نہ میدان میں آیا خود اُن کی طرف آپ نے گھوڑے کو بڑھایا
تلوار چمکنے لگی، گرنے لگے اعدا دو ہو گیا کوئی، کوئی تڑپا، کوئی بھاگا
آنکھوں میں چکا چوند تھی حیراں تھے ستمگر
آپس میں مگر دست و گریباں تھے ستمگر

۷۳
جس سمت جھپٹتا تھا وہ شیرِ صفِ جنگاہ گر گر کے فنا ہوتے تھے وہ گھوڑوں سے بدخواہ
کفّار میں تھا شور کہ "اَلْعَظْمَتُ لِلّٰہ" آتے بھی ہیں شیروں کے مقابل کہیں رُوباہ
ترتیب صفوں میں تھی، نہ وہ شان پروں کی
برسات کا طوفاں تھا یا بارش تھی سروں کی

۷۴
کیا جوہرِ شمشیر تھا، کیا زورِ شجاعت نزدیک کوئی آئے، نہ پڑتی تھی یہ ہمّت
تابندہ خط و خال میں تھی برقِ امامت حیدرؑ کی جو سطوت تھی تو حمزہؑ کی جلالت
شمشیر نہ تھی، فوج پہ بجلی کی چمک تھی
یا ابرِ سیہ تاب میں کوندے کی لپک تھی

٧٥

جس سر پہ چلی پیکرِ بے جان نظر آیا
جس سمت گئی، خون کا طوفاں نظر آیا
اونچی جو ہوئی، برق کا داماں نظر آیا
نیچی جو ہوئی قبر کا ساماں نظر آیا
تلوار تھی، یا ساز، کہ نغمہ تھا سم اُس کا
تھا مرکزِ آوازِ فنا زیر و بم اُس کا

٧٦

مصروف ابھی جنگ میں تھے حضرتِ شبیرؑ
آواز اک آئی کہ "بس اب روک لے شمشیر
لازم ہے کچھ اُمّت کی شفاعت کی بھی تدبیر
پی جامِ شہادت کہ بڑھے عزّت و توقیر
طوفاں سے بچا حق کو، لہو اپنا بہا دے
اُمّت کو، بہادر ہے تو اب مر کے جلا دے

٧٧

جھنکار سے میدانِ وغا گونج رہا تھا
ناگاہ پئے صبر و رضا حکم جو پہنچا
یوں میان میں چلتی ہوئی تلوار کو رکھا
غل جن و ملائک میں اٹھا صلِّ علیٰ کا
ایمان کی ڈوبی ہوئی نبضیں اُبھر آئیں
خدمت کیلئے چرخ سے حوریں اُتر آئیں

٧٨

ذرّوں پہ جو سجدے میں جھکے حضرتِ شبیرؑ
چلنے لگے ہر سمت سے تیغ و تبر و تیر
بے کس پہ چمکنے لگی شمشیر پہ شمشیر
سر پیٹ کے کہنے لگی یہ زینبؑ دلگیر
چھوٹوں گی نہ اس غم میں کبھی نوحہ گری سے
آندھی کا تصادم ہے چراغِ سحری سے

٧٩

ہے ہے کوئی عباسؑ دلاور کو پکارو
بابا پہ بُرا وقت ہے اکبرؑ کو پکارو
اکبرؑ نہیں ملتے ہیں تو اصغرؑ کو پکارو
بیٹے پہ چھری چلتی ہے حیدرؑ کو پکارو
زہراؑ کی دہائی ہے پیمبرؐ کی دہائی
پھٹتا ہے جگر خالقِ اکبر کی دہائی

حضرت نے جو زینبؑ کی سنی گریہ و زاری
چپ ہو گئے وہ قلب پہ حالت ہوئی طاری
۸۰
تلواریں لگانے لگے بڑھ بڑھ کے جو ناری
مولا نے کہا شکر ہے اے ایزد باری
کٹتا ہے گلا بھائی کا ہمشیر کے آگے
تدبیر سر خاک ہے تقدیر کے آگے

تڑپے جو کئی بار زمیں پر شہِ والا
سمجھے یہ ملائک کہ قیامت ہوئی برپا
۸۱
خیمے کو بڑی یاس سے مظلوم نے دیکھا
اتنے میں کسی سمت سے اک تیر وہ آیا
پامال صفِ لشکرِ غم ہو گئے مولا
دل میں وہ اٹھا درد کہ خم ہو گئے مولا

رک رک کے جو تلوار چلی خشک گلے پر
زہراؑ کی صدا آئی کہ "آہستہ ستم گر"
۸۲
حیدرؑ نے بڑے پیار سے زانو پہ لیا سر
گردوں کی طرف دیکھ کے بولے یہ پیمبرؐ
شکوہ نہیں نکلا مرے پیاسے کے لبوں سے
نکلی ہے مری روح نواسے کے لبوں سے

ناشاد تری بیکسی و یاس کے قرباں
نازک یہ ترا جسم یہ تپتا ہوا میداں
۸۳
ٹکڑے یہ بدن کے یہ ردا خون میں غلطاں
ذروں پہ ہیں قرآن کے اوراق پریشاں
بے کس ترے اکبرؑ کی جوانی کے تصدق
مظلوم! تری تشنہ دہانی کے تصدق

تو اور سرِ خاک مرے گیسوؤں والے
یہ دل، یہ بلائیں، یہ زباں اور یہ چھالے
۸۴
اس پیاس میں گردن پہ چھری جسم پہ بھالے
افسوس ہے اے فاطمہؑ کے ناز کے پالے
عبرت کا وہ منظر ہے کہ خود ظلم خجل ہے
یہ لاش نہیں خاک پہ اسلام کا دل ہے

۸۵
یہ شام کا ہنگام، یہ اندوہ، یہ میداں
یہ ہُو کا سماں اور یہ سنسان بیاباں
رانڈوں میں تلاطم ہے اداسی کے ہیں ساماں
سوتے ہیں پڑے شام سے خیمے کے نگہباں
غم اتنے ہیں اور ایک بھی غم خوار نہیں ہے
جز ذاتِ خدا کوئی مددگار نہیں ہے

۸۶
سیدانیوں کے بیچ میں ہیں عابدِ مضطر
منھ دیکھتی ہے سب کا سکینہؑ ہے وہ ششدر
ہاتھوں سے جگر تھام کے کہتے ہیں پیمبرؐ
بیٹیا! یہ ستمگر کی انی اور ترا سر
آثار ابھی تک مری الفت کے عیاں ہیں
اس حلق پہ ابتک مرے بوسوں کے نشاں ہیں

۸۷
مصروف پیمبرؐ تھے ابھی آہ و بکا میں
آہستہ سے جنبش سی ہوئی موجِ ہوا میں
آواز اک آئی "نہ تڑپ دشتِ بلا میں"
سر رکھا ہے شبیرؑ کا حوروں کی ردا میں
اس خون کو ہر خون سے ممتاز کیا ہے
ہم نے ترے بچے کو سرافراز کیا ہے

۸۸
اے جوشؔ یہ ابتک ہے اُسی خون کی تاثیر
ہوتی ہے بالاعلان بڑی شان سے تکبیر
اب بھی جنہیں ملتی ہے رہِ عشق میں تعزیر
صد شکر کہ خوش ہو کے پہن لیتے ہیں زنجیر
ڈرتے ہی نہیں دیکھ کے جلّاد کی صورت
زنداں میں چلے جاتے ہیں سجّاد کی صورت

۸۹
اک کھیل ہے ان کیلئے شاہوں کی جلالت
سینوں میں ہے ایمان زبانوں پہ صداقت
کوشش ہے کہ آزاد ہوں پابندِ مصیبت
سر جائے تو جائے، نہ گرے تاجِ خلافت
تقدیر ہے جس قلب میں ایمان کی بُو ہے
پنجاب کے ناکردہ گناہوں کا لہُو ہے۔

(۹۰)

بے درد کی حسرت کو نکلتے نہیں دیکھا — کاغذ کی کبھی ناؤ کو چلتے نہیں دیکھا
ظالم کو کبھی پھولتے پھلتے نہیں دیکھا — ٹھوکر ہے یہ وہ، جس سے سنبھلتے نہیں دیکھا
وہ تخت ہے کس قبر میں وہ تاج کہاں ہے
اے خاک بتا زورِ یزید آج کہاں ہے

(۹۱)

احساس نہیں جن میں وہ تاریک ہے سینہ — دوزخ میں اُترتا ہے سدا ظلم کا زینہ
پستی کی علامات ہیں، انصاف سے کینہ — جو حق سے لڑا ڈوب گیا اس کا سفینہ
ہاں پیرو باطل کو اُبھرتے نہیں دیکھا
جب زُلف یہ بگڑی تو سنورتے نہیں دیکھا

(۹۲)

اے قوم! وہی پھر ہے تباہی کا زمانہ — اسلام ہے پھر تیر حوادث کا نشانہ
کیوں چپ ہے؟ اُسی شان سے پھر چھیڑ ترانہ — تاریخ میں رہ جائے گا مردوں کا فسانہ
مٹتے ہوئے اسلام کا پھر نام جلی ہو
لازم ہے کہ ہر فرد حسینؑ ابنِ علیؑ ہو

